بموقع: تحفظ سنت کانفرنس

زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

از

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

از

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند ـ ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ـ ۲

الحمد للہ و کفی، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد:

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

فقہ حنفی جس قدر اقرب الی النصوص ہے، دوسری کوئی فقہ نہیں۔ مدقق ومحقق، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مبدأ و معاد (ص ۴۹) میں تحریر فرماتے ہیں:

"بریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی است، و در خلافیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی، و در اقل متردد"

ترجمہ: اس فقیر پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت منکشف کی ہے کہ علم کلام کے (تمام) اختلافی مسائل میں حق مسلک احناف (یعنی ماتریدیہ) کی طرف ہے اور فقہ کے اکثر مختلف فیہ مسائل میں حق بجانب احناف ہے اور بہت کم مسائل میں تردد ہے (کہ حق کس جانب ہے؟) اور امام المسلمین، مسند الہند، حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:

عَرَّفَنِی رسولُ اللّٰہ ﷺ ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ، ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جُمِعَتْ و نُقِّحَتْ فی زمان البخاری رحمہ اللہ!

ترجمہ: مجھے (کشف میں) آنحضور ﷺ نے یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ فقہ حنفی کی شکل میں ایک عمدہ طریقہ ہے، جو دیگر طرق سے زیادہ ہم آہنگ ہے ان احادیث مشہورہ سے جو امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانہ میں جمع کی گئیں اور ان کی تنقیح کی گئی (یعنی تدوین حدیث کے تیسرے دور میں جو احادیث صحیحہ منقح ہو کر کتابوں میں مدون کی گئیں ان سے فقہ حنفی بہ نسبت دوسری فقہوں کے زیادہ ہم آہنگ ہے)

مذکورہ دونوں بزرگوں کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل جہاں ایک طرف عقل کے بلند معیار پر پورے اترتے ہیں وہاں قرآن وحدیث سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب امام اعظم رحمہ اللہ کو احادیث کا جامع مانا جائے بلکہ آپ کی کامل حدیث فہمی کا اعتراف کیا جائے۔

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے کہ

"احادیث و آثار کو لازم پکڑو، مگر ان کے معانی کے لئے امام ابو حنیفہؒ کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ حدیث کے معانی جانتے تھے" (مناقب کردری)

فقہا قیاس کب کرتے ہیں؟

اور احناف بھی دوسرے فقہائے کرام کی طرح قیاس پر اسی وقت عمل کرتے ہیں جب نص موجود نہیں ہوتی، اور انکا یہ طرز عمل عین منشا نبوی کے مطابق ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو دریافت کیا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی قضیہ آئے تو فیصلہ کیسے کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرونگا، آپ نے دریافت کیا کہ اگر قرآن کریم میں حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟ جواب دیا کہ سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرونگا، آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا کہ اگر حدیث میں بھی حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

أجتهد رأيي ولا آلوا — اپنی رائے کو کھپاؤنگا، اور ذرا کوتاہی نہ کرونگا

یعنی حکم شرعی دریافت کرنے کے لئے آخری درجہ تک غور و فکر کرونگا اور پوری کوشش کر کے اجتہاد سے حکم دریافت کر کے فیصلہ کرونگا ..... یہ جواب سن کر آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ ٹھونکا اور شاباشی دی اور فرمایا کہ:

الحمد للہ الذی وفق رسول	اس اللہ کیلئے ستائش ہے جس نے رسول
رسول اللہ لما یرضی رسولہ	اللہ ﷺ کے فرستادہ کو اس بات کی
(مسند أحمد ٥ ٢٤٢)	توفیق دی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے!

اس روایت سے دو باتیں صاف معلوم ہوئیں:

(۱) جب نص (قرآن وحدیث) میں صریح حکم موجود نہ ہو تو حکم شرعی اجتہاد سے دریافت کرنا چاہئے اور اسی کا نام قیاس ہے۔

(۲) اور یہ بات عین منشا شارع کے مطابق ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند ہے۔

تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ

(۱) ہر امر کا حکم شرعی نصوص (قرآن وحدیث) میں صراحۃً مذکور نہیں ہوتا بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ	اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے
مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ	تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ مضامین
(النحل ٤٤)	ظاہر کردیں جو لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں اور تاکہ وہ (بھی) سوچیں۔

اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بیان نبوی (احادیث شریف) کے بعد بھی غور وفکر اور سوچنے کی حاجت باقی رہتی ہے۔ یہی وہ اجتہادی مسائل ہیں، جو مجتہدین کرام کے غور وفکر کے محتاج ہیں۔

(۲) ہر مسلمان ہر حکم شرعی سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ	سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم
لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ٤٣)	سے پوچھو

اور حدیث شریف میں ہے کہ اِنما شفاء العِیّ السؤال (درماندہ کی شفا پوچھنے میں ہے) ان نصوص سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بعض احکام اہل علم ہی جانتے ہیں، دوسرے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہاں سے دریافت کیا کریں۔

(۳) ہر ناواقف حکم شرعی قرآن وحدیث سے نہیں نکال سکتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

پس غیر مجتہدین یعنی وہ مسلمان جو قرآن وحدیث سے براہ راست احکام مستنبط نہیں کر سکتے وہ ہمیشہ اس کے محتاج ہیں کہ وہ کسی ایک مجتہد کے دامن سے وابستہ رہیں۔

غیر مقلدین کا غلط خیال

مگر غیر مقلد حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، وہ خوب زور وشور سے اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اللہ ورسول کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرنا ان کو اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنانا ہے۔ اور غیر معصوم کی تقلید حرام ہے اور قیاس ایک شیطانی فعل ہے، وہ کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ حالانکہ قیاس، یعنی اجتہاد ایک ضروری امر ہے قرآن وحدیث سے اس کا مطلوب ہونا ثابت ہے اور شیطانی قیاس وہ ہے جو کسی نص کی طرف منسوب نہ ہو، محض ایجاد بندہ ہو، اور تقلید کے لئے عصمت کی قید شیعوں کے علاوہ کوئی نہیں لگاتا اور اوپر جو نصوص ذکر کی گئی ہیں وہ بھی مطلق ہیں اَھْلَ الذِّکْر عام لفظ ہے اور ہر زمانے میں معصوم کا وجود ممکن بھی نہیں۔ اور جو بات غیر مقلدین اماموں کے تعلق سے کہتے ہیں، وہی بات فرقۂ اہل قرآن احادیث اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا، غیر اللہ کو رب بنالینا ہے پس یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر فرقۂ اہل قرآن کی یہ بات غلط ہے، اور یقیناً غلط ہے، کیوں کہ اللہ کا

رسول جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کہتا ہے، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، اس لئے یہ رسول کو رب بنانا نہیں ہے، بس غیر مقلدین کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین بھی جو کچھ کہتے ہیں قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے کہتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، پھر ان کی بات ماننا ان کو رب بنانا کیسے ہوا؟

اہل قرآن اور اہل حدیث

اصول شرع کیا ہیں؟ یعنی قانون اسلام کے ماخذ کیا ہیں؟ بہ الفاظ دیگر: دین کا مدار کن چیزوں پر ہے؟ یعنی حجت شرعیہ کیا چیزیں ہیں؟ اس میں اسلامی فرقوں میں اختلاف ہوا ہے۔

فرقۂ اہل قرآن کہتا ہے کہ حجت شرعیہ بس قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (دین کی تمام باتوں کی خوب وضاحت کرنے والا) ہے اس لئے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں..... یہ فرقہ حدیث شریف کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتا، اس کی حجیت کا انکار کرتا ہے، یہ فرقہ احادیث شریفہ کو بزرگوں کے ملفوظات کا درجہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث سے نصیحت پذیری کا تو کام لیا جا سکتا ہے مگر اس کو قانون اسلامی کا ماخذ نہیں بنایا جا سکتا۔

یہ فرقہ اپنا نام اگرچہ "اہل قرآن" رکھتا ہے مگر یہ نام وجہ امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ قرآن کریم کو تو سبھی مسلمان حجت مانتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ "منکرین حدیث" ہیں، اور یہی نام ان کے لئے موزوں ہے۔

اور فرقہ اہل حدیث کہتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریفہ بھی حجت شرعیہ ہیں اور بس۔ احادیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں، یعنی اجماع امت حجت نہیں اگرچہ وہ صحابہ کرام کا اجماع ہو، اسی طرح قیاس بھی حجت نہیں، اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی حجت شرعیہ نہیں ہیں۔

یہ فرقہ گو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کہتا ہے، مگر حقیقت میں یہ نام بھی وجہ

امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ فرقہ اہل قرآن کے علاوہ سبھی مسلمان احادیث شریفہ کو حجت مانتے ہیں، پھر یہی فرقہ "اہل حدیث" کیوں کہلائے؟

قدیم زمانہ میں یہ لوگ ظاہری، اہل الظاہر اور اصحاب ظواہر کہلاتے تھے یعنی وہ فرقہ جو نصوص کے ظاہری اور سرسری مطلب پر اکتفا کرتا ہے، نصوص میں غور وفکر اور قیاس واستنباط کا روادار نہیں، یہ نام کسی درجہ میں اس فرقہ کے لئے موزوں تھا، مگر حضرت اقدس شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے بعض تلامذہ نے ان سے اعتزال کی راہ اختیار کی تو اپنا نام "اہل حدیث" رکھا، پھر انگریزی دور میں باقاعدہ درخواست دے کر حکومت برطانیہ سے اپنے لئے یہ نام الاٹ کرایا۔

حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے آخر میں اس فرقہ کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

والظاهري: من لايقول بالقياس ولا بآثار الصحابة والتابعين، كداود وابن حزم (۱: ۱۶۱)	اور ظاہری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو نہ قیاس کو مانتے ہیں نہ صحابہ وتابعین کے آثار (ارشادات) کو جیسے داود ظاہری اور ابن حزم۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب (متوفی ۱۳۰۷ھ) اجماع کا وجود اور اس کو حجت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے، وہ افادۃ الشیوخ (ص ۱۴۱) میں لکھتے ہیں کہ:

"وخلاف است در امکان اجماع فی نفسہ، وامکان علم بداں، وامکان نقل آں بسوئے ما، وحق عدم اوست۔ ...... وبرتقدیر تسلیم ایں ہمہ، خلاف است در آں کہ حجت شرعی است یا نہ؟ مذہب جمہور حجیت اوست، ودلیل برآں نزد اکثر سمع است فقط، نہ عقل ... وحق عدم حجیت اوست وبر تسلیم کنیم کہ حجت است، وعلم بداں ممکن، پس اقصی مافی الباب آنست کہ مجمع علیہ حق باشد،

ولازم نمی آید از یں وجوب اتباع او"

ترجمہ: "اس میں اختلاف ہے کہ فی نفسہ اجماع ممکن ہے یا نہیں؟ اور اجماع کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اجماع ہم تک منقول ہو کر آسکتا ہے یا نہیں؟ اور حق بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں ناممکن ہیں..... اور یہ سب باتیں مان لینے کی صورت میں بھی اس میں اختلاف ہے کہ وہ حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ جمہور (یعنی اہل السنۃ والجماعۃ) کا مذہب یہ ہے کہ وہ حجت ہے اور اس کی دلیل اکثر کے نزدیک صرف نقلی ہے، عقلی کوئی دلیل نہیں..... اور حق بات اس کا حجت نہ ہوتا ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ حجت ہے اور اس کا علم ممکن ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ جس بات پر اجماع ہوا ہے وہ برحق بات ہوگی۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی پیروی واجب ہو"

نواب صاحب نے مذکورہ عبارت میں حجیت اجماع کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ دو عجیب باتیں بھی کہی ہیں:

(۱) جمہور یعنی اہل السنۃ والجماعۃ جو اجماع کو حجت شرعیہ مانتے ہیں تو وہ دلیل نقلی کی وجہ سے مانتے ہیں یعنی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۵ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کی وجہ سے اجماع کو حجت مانتے ہیں۔ نواب صاحب کے نزدیک حجیت اجماع پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے اور مسئلہ کا صرف دلیل سمعی پر مدار رکھنا نواب صاحب کے نزدیک درست نہیں، دلیل عقلی بھی ضروری ہے۔

حالانکہ یہ مزاج تو معتزلہ کا ہے۔ ان کے نزدیک عقل حاکم ہے شرع پر، نواب صاحب تو اصحاب ظواہر میں سے ہیں، جنھوں نے عقل کو گروی رکھ دیا ہے۔ ان کو عقل سے کیا سروکار! مگر ربوۃ بکار خویش فرزانہ! نواب صاحب کو بھی جب حجیت اجماع کے انکار کی ضرورت پیش آئی تو عقل کی اتنی اہمیت بڑھ گئی کہ تنہا دلیل نقلی اثبات حکم کے لئے کافی نہ رہی، فیا للعجب!

(۲) نواب صاحب یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ بصورت اجماع وہ بات برحق

ہو سکتی ہے جس پر اجماع منعقد ہوا ہے، مگر پھر یہ گل کھلاتے ہیں کہ: "اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس (حق بات) کی پیروی واجب ہو"۔ ...ماشاء اللہ! چشم بد دور! جب اس حق کی پیروی واجب نہ ہو گی تو کیا اس کے مقابل جو باطل ہے اس کی پیروی کی جائے گی؟ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

یہ تو گھر کی شہادت تھی، اس کے علاوہ اصول فقہ کے مشہور متن حسامی کے باب الاجماع کے شروع میں، اس کی شرح نامی میں صراحت ہے کہ اصحاب ظواہر اجماع کو حجت نہیں مانتے، علاوہ ازیں شیخ ابو منصور عبد القاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب اصول الدین (ص ۲۰) میں صراحت کی ہے کہ یہ حضرات اجماع کی حجیت کے منکر ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں؟

مذکورہ بالا دونوں اسلامی فرقوں کے علاوہ امت کا سواد اعظم یعنی جمہور یہ کہتے ہیں کہ حجت شرعیہ تین چیزیں ہیں، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماع امت اور اجماع کا اعلیٰ فرد صحابہ کرام کا اجماع ہے جو سب سے پہلے حجت ہے پھر مابعد کے قرون کا اجماع ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ (۳: ۲۷۲) میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

فإن أهل السنة تتضمن النص،	اہل السنۃ کا لفظ نص کو متضمن ہے اور
والجماعة تتضمن الإجماع،	جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے پس
فأهل السنة والجماعة هم	اہل السنۃ والجماعۃ وہ لوگ ہیں جو نص
المتبعون للنص والإجماع	اور اجماع کے متبع ہیں۔

اور امت کے سواد اعظم کا یہ نام ایک حدیث شریف سے لیا گیا ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ:

"بخدا! میری امت پر بھی وہ احوال ضرور آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے ہیں، بالکل ہو بہو، حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے بد فعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو یہ حرکت کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، (اور) سب جہنم رسید ہوں گے بجز ایک فرقہ کے صحابہ کرام ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ ایک فرقہ جو ناجی ہوگا وہ کونسا ہے؟ آنحضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ:

ما انا علیه واصحابی — میں جس طریقہ پر ہوں، اور میرے صحابہ جس روش پر ہیں۔

حضور ﷺ کا طریقہ "سنت" کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعہ کا نام "جماعت" ہے، مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں یہی لفظ آیا ہے مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنة، فصل ثانی میں وھی الجماعة کا لفظ موجود ہے۔

غرض اس حدیث شریف سے جمہور امت کا نام اہل السنۃ والجماعہ رکھا گیا ہے۔ اور اہل حدیث حضرات کا جمہور سے نقطۂ اختلاف احادیث شریفہ کا حجت ہونا نہ ہونا نہیں ہے۔ یہ نقطۂ اختلاف تو فرقۂ اہل قرآن سے ہے، بلکہ اصل نقطۂ اختلاف اجماع امت اور بالخصوص اجماع صحابہ کا حجت ہونا نہ ہونا ہے، اہل حدیث حضرات حجیت کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ صرف "اہل السنۃ" ہیں اور جمہور حجت مانتے ہیں اس لئے وہ "اہل السنۃ والجماعہ" ہیں۔

قیاس کا کیا درجہ ہے؟

رہا قیاس تو وہ مذکورہ اصول ثلاثہ کے درجہ کی چیز نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ بنیادی نقطۂ اختلاف نہیں ہے، منار الانوار میں جو اصول فقہ کا متن متین ہے اور جس کی شرح نور الانوار ہے، قیاس کو اصول ثلاثہ سے الگ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

باعلم أن أصول الشرع ثلاثة:	جان لیں کہ مآخذ شرع تین ہیں (۱)
الكتاب والسنة وإجماع الأمة؛	کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اور
والأصل الرابع القياس	اجماع امت۔ اور چوتھی بنیاد قیاس ہے۔

پھر خود مصنف نے اپنی شرح کشف الاسرار میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ قیاس بھی اگر بنیاد ہے تو اربعۃ کیوں نہ کہا؟ اور اگر قیاس اصل نہیں ہے الاصل الرابع کیوں کہا؟ پھر یہ جواب دیا ہے کہ۔

"قیاس صرف مجازی یہ نسبت اصل ہے، کیونکہ ہم فرع کا حکم قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور در حقیقت قیاس اصل نہیں ہے کیونکہ احکام شرعیہ میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، شارع صرف اللہ تعالیٰ ہیں، حکم شرعی لگانے میں ان کا کوئی شریک نہیں، بلکہ قیاس تو اصول ثلاثہ کی فرع ہے، کیونکہ وہ یا تو کتاب اللہ سے مستنبط ہوتا ہے یا سنت رسول اللہ سے یا اجماع امت سے"

یہ الفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قیاس کوئی مستقل چیز نہیں ہے، قیاس تو ایک آلہ (Tool) ہے، جس کے ذریعے اصول ثلاثہ سے احکام نکالے جاتے ہیں، پس وہ "مجملہ" قواعد فقہ ہے، مگر چونکہ وہ بظاہر مثبت حکم نظر آتا ہے اس لئے اس کو اصل رابع کہہ دیتے ہیں۔

حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟

صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ تک "اسلامی عقائد" میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا، البتہ مسائل فقہیہ میں اختلاف ہوتا تھا، مگر نظریاتی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا یعنی دبستان فکر وجود میں نہیں آئے تھے، اس لئے اس زمانہ میں تقلید تو تھی، مسائل نہ جاننے والے جاننے والوں سے احکام دریافت کر کے ان پر عمل کرتے تھے، مگر کسی خاص مکتب فکر کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت تک کوئی مکتب

فکر وجود ہی میں نہیں آیا تھا۔

اکابر تابعین کے دور میں بھی یہی صورت حال رہی، کیونکہ یہ دور صحابہ کے دور کے ساتھ متقارن تھا۔ مگر تابعین کے آخری دور سے صورت حال بدلنے لگی، امت میں دو دبستان فکر وجود میں آئے، جو تبع تابعین کے دور میں خوب ممتاز ہو گئے۔ ایک مکتب فکر فقہاء محدثین کا تھا تو دوسرا محدثین فقہاء کا یعنی بعض حضرات کا اصل کام احکام شرعیہ کا استنباط تھا، مگر وہ حدیثوں کے بھی خوب ماہر تھے کیونکہ احادیث کے بغیر احکام کیسے مستنبط کئے جا سکتے ہیں؟ مگر حدیثیں روایت کرنا ان کا اصل مشغلہ نہیں تھا البتہ بوقت ضرورت وہ یہ کام بھی کرتے تھے۔ دوسری جماعت کا اصل کام روایت حدیث تھا، مگر وہ مجتہد بھی تھے، نصوص سے مسائل بھی مستنبط کرتے تھے اور بوقت ضرورت غیر منصوص احکام اجتہاد سے بیان بھی کرتے تھے۔

پہلا گروہ "اہل الرائے" سے موسوم تھا اور دوسرا "اہل حدیث" اور "اصحاب حدیث" سے، علامہ ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں دونوں جماعتوں کی لمبی فہرست دی ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کو پہلے گروہ میں شمار کیا ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کو دوسرے گروہ میں شامل کیا ہے۔ الغرض اصل "اہل حدیث" اور "اصحاب الحدیث" یہ حضرات ہیں۔ شیخ الطائفہ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں "اہل حدیث اور اصحاب الرائے کا فرق" بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اس طبقہ (اہل حدیث) کے بڑے بڑے متبحر علماء یہ تھے: عبد الرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان، یزید بن ہارون، عبد الرزاق، ابو بکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، فضل بن دکین، علی بن المدینی اور ان کے دیگر ہم عصر علماء طبقات محدثین میں سے ہیں، یہی وہ طبقہ ہے جو دیگر تمام طبقات محدثین کے لئے علی نمونہ ہے۔

پھر طبقہ اہل حدیث میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے تین کو شہرت عام حاصل ہوئی، یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کو اور اہل الرائے متفق رہے ان میں کوئی خاص اختلاف رونما نہ ہوا۔

غرض جب یہ مکاتب فکر وجود میں آئے تو اب امت نے خاص مکتب فکر کی تقلید شروع کی، کیونکہ دین کی حفاظت کے لئے یہ تخصیص ضروری تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اصحاب الحدیث کی پیروی کرتا تھا اور امت کا بڑا حصہ اہل الرائے کے زیر اثر تھا۔ پھر چوتھی صدی میں جب یہ اختلاف شدید ہوا اور محدثین کے طبقہ میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آگئے تو اس وقت کے اکابرین امت نے چار مکاتب فکر کو تقلید کے لئے متعین کردیا، جو آج تک مستمر چلی آرہی ہے۔

تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ "تقلید شخصی" میں "شخص" سے مراد شخص حقیقی(Real person) نہیں ہے، بلکہ شخص حکمی(Legal person)ہے۔ یعنی خاص مکتب فکر کی تقلید کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے، کسی معین آدمی کی ہر ہر مسئلہ میں تقلید نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ مذاہب اربعہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کسی بھی مکتب فکر میں کسی ایک امام کے سارے ہی اقوال مفتی بہ نہیں ہوتے۔ نیز زمانہ کی رفتار رکنے والی نہیں، اور ائمہ مجتہدین دنیا سے گذر گئے، پھر نئے پیش آنے والے معاملات کے احکام وہ کیسے بیان کرسکتے ہیں؟ ان کے احکام تو ہر زمانہ میں موجود اس مکتب فکر کے اکابر بیان کریں گے اور وہ اس دبستان فکر کی رائے شمار ہوگی۔

کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟

تقلید کے بغیر زندگی کی گاڑی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی، بچہ جب تک

باپ کی انگلی نہیں پکڑتا چلنا نہیں سیکھتا۔ آہنگر، زرگر بلکہ ہر کاریگر اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا ہے، دین کا معاملہ دنیوی معاملات سے زیادہ اہم ہے، اس میں پیروی کے بغیر کامیابی کیسے ممکن ہے؟ اور محض پیروی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتی، بلکہ اس شخص کی پیروی ضروری ہے جو منزل کی طرف رواں دواں ہو، جو خود ہی گم کردہ راہ ہو، وہ کسی کو منزل تک کیا پہنچا سکتا ہے! سورۃ البقرہ آیات ۱۶۶ و ۱۶۷ میں تابعین و متبوعین کا ذکر ہے، معلوم ہوا کہ کفر و شرک اور گمراہی میں بھی تقلید جاری ہے۔

رہا وہ فرقہ جو خود کو اہل حدیث کہتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو "غیر مقلد" کہتے ہیں، وہ درحقیقت ائمہ اربعہ کے مقلدین سے بھی زیادہ سخت مقلد ہے۔ ائمہ اربعہ کے مقلدین تو ایک دوسرے کی رایوں کا احترام کرتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کو اختیار بھی کرتے ہیں، مگر یہ فرقہ تو سب کو گمراہ تصور کرتا ہے اور صرف اپنے ہی مکتب فکر کی پیروی کرتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب ترجمان وہابیہ (ص ۵۲) میں لکھتے ہیں:

> "مگر ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے جہان کے مسلمان دو طرح پر ہیں۔ ایک خالص اہل سنت و جماعت جن کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں، دوسرے مقلد مذہب خاص۔ وہ چار گروہ ہیں: حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی" (بحوالہ طائفہ منصورہ ص ۱۱)

مشہور غیر مقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب (ضلع حصار) لکھتے ہیں کہ:

> "حق مذہب اہل حدیث ہے، اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں، تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں" (صیاحۃ الجنان بمنا کحۃ اهل الایمان ص ۴)

اور نیز لکھا ہے کہ:

> "خواص تو جانتے ہیں، میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین

موجودہ دور میں حنفیوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں، جن سے مناکحت جائز نہیں ہے" (ص ۵)

اور وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وجہ اول یہ ہے کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید شخصی پائی جاتی ہے جو سراسر حرام اور ناجائز ہے" (ص ۵)

اور نیز لکھا ہے کہ:

"اسی طرح مولوی محمد صاحب جوناگڑھی نے اپنی تصنیفات میں حنفیوں کو گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے" (ص ۱۱)

اور آخر میں تو حد ہی کر دی ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ:

"سچا فرقہ اور ناجیہ اہل حدیث ہے، باقی سب فی النار والسقر ہیں، لہٰذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہئے، اہل بدعت سے نہ ہو، تاکہ مخالفت لازم نہ آئے" (ص ۲۳)

غور کیجئے، کس طرح مقلدین اور حنفیوں کو فرقہ ناجیہ سے نکال کر صرف اہل بدعت ہی میں شمار نہیں کیا، بلکہ فی النار والسقر کر کے دم لیا ہے (معوذ اللہ!) اور ان سے رشتہ اور نکاح کو یک لخت موقوف کرنے کا شاہی حکم بھی صادر کیا ہے، اس سے بڑھ کر تعصب کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے! (طائفہ منصورہ ص ۱۵ مصنفہ حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر مدظلہ)